حصولِ علم کا شوق اور ہمارے اکابرین!

مولانا عصمت اللہ نظامانی
متخصص جامعہ

علم ایک ایسی دولت ہے جس کے سامنے دنیا کی تمام دولت ہیچ ہے۔ علم سراسر خیر اور بھلائی اور سراپا نیکی ہے۔ علم عزت وعظمت کا استعارہ ہے، جہالت کی تاریکی سے نجات دینے والا، گمراہی کے گڑھے سے نکالنے والا، کامیابی وکامرانی کی کنجی، کھرے اور کھوٹے کی پہچان کے لیے کسوٹی ہے، اور ایسا پُرلطف وپُرکیف امر ہے جو اپنے طالب کو دنیا کی رنگینیوں سے بے نیاز کردیتا ہے۔ قلبی راحت واطمینان اور روح کے سکون وسرور کا باعث ہے۔ علم خود نور ہے اور اپنے حامل کی زندگی کو بھی روشنی سے بھر دیتا ہے۔ علم ایک لازوال نعمت ہے، اور اپنی طلب کرنے والے کو حیاتِ جاودانی بخشتا ہے، اس کو فنا ہونے سے بچاتا ہے۔ علم پارس ہے جس کو مل جائے، اس کو سونے کی طرح قیمتی بنادیتا ہے، کنکر جیسے بے نور شخص کو ہیرے کی طرح چمکا دیتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ علم بہت غیور، خودی اور عزتِ نفس والا ہے، اپنی ناقدری برداشت نہیں کرتا، قدردان کو مایوس نہیں لوٹاتا، اور ناقدرشناس کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے ہمارے اکابرین اور اسلاف نے علم کے لیے اپنی زندگیاں وقف اور اپنی خواہشات قربان کردیں۔ علم پانے کے لیے اپنی آپ کو وار دیا، اپنا آرام تج دیا، اپنا سب کچھ نچھاور کردیا، حصولِ علم کی خاطر شب بیداری اور رت جگے کو نیند اور راحت پر ترجیح دی، فاقہ کشی کو شکم سیری پر فوقیت دی، اور فنا فی العلم ہو کر دوام اور بقا حاصل کرلیا۔

ذیل میں اپنے اکابرین کے حصولِ علم کے شوق ورغبت کا تذکرہ کیا جارہا ہے، تا کہ اُن کا مطالعہ کرنے سے ہم میں بھی طلبِ علم کا شوق پیدا ہو۔

علم کے لیے مشقت برداشت کرنا

اہلِ علم کے ہاں یہ ایک متفقہ حقیقت اور تقریباً متواترات ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے مشقت وتکلیف برداشت کرنا ازبس ضروری ہے، بلکہ راہِ علم کا ایک لازمی جزء ہے۔ تن آسانی اور راحت طلبی کے

ساتھ علم جیسی قیمتی اور بے مثال چیز حاصل ہونا مشکل ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں یحییٰ بن ابی کثیر کا قول مذکور ہے:

’’لا یُستطاع العلمُ براحة الجسم.‘‘(۱)

ترجمہ: ’’علم کو جسمانی راحت کے ساتھ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔‘‘

علم کے لیے شب بیداری

حصولِ علم ایک عظیم عبادت اور کارِ ثواب ہے، حتیٰ کہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک علم سیکھنے اور علمی باتوں کے مطالعہ و مراجعہ کے سلسلے میں رات کو تھوڑی دیر جاگنا نفلی عبادت کے لیے پوری رات جاگنے اور شب بیداری سے افضل ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

’’تدارس العلم ساعة من الليل خيرٌ من إحيائها.‘‘(۲)

ترجمہ: ’’رات کو ایک گھڑی علم کا مذاکرہ کرنا پوری رات عبادت کے لیے جاگنے سے بہتر ہے۔‘‘

علم کی اتنی فضلیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ علم کا نفع عام ہے، اور دوسروں کو بھی پہنچتا ہے، جبکہ نفلی عبادت کا ثواب اور فائدہ صرف عبادت گزار شخص کو ہوتا ہے، اس لیے طلبِ علم کا درجہ نفلی عبادت کے لیے شب بیداری سے افضل ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے اکابرین کی ایک بڑی تعداد ہمہ وقت علمی مشغلہ میں منہمک رہتی تھی، چنانچہ مشہور فلسفی علامہ ابوعلی ابنِ سینا کے بارے میں سوانح نگار لکھتے ہیں:

’’وفي مدة اشتغاله لم ينم ليلة واحدة بكمالها ولا اشتغل في النهار بسوى المطالعة.‘‘(۳)

ترجمہ: ’’تحصیلِ علم کی مدت میں ایک رات بھی مکمل نہیں سوئے، اور دن میں بھی مطالعہ کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہیں ہوئے۔‘‘

علم کے لیے لاکھوں خرچ کرنا

طلبِ علم کی لذت بھی عجیب ہے، جس شخص کو اس کا چسکا لگ جائے، اس کے لیے علم کے سامنے کوئی چیز وقعت نہیں رکھتی، مال وزر پرِکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس کی ایک مثال جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معینؒ کی ہستی ہے، علم کی راہ اور طلبِ حدیث کی خاطر لاکھوں دراہم خرچ کیے، چنانچہ ان کے چچازاد بھائی کہتے ہیں:

’’كان معين على خراج الري، فمات، فخلف لابنه يحيى ألف ألف درهم وخمسين ألف درهم، فأنفقهُ كلهُ على الحديث، حتى لم يبق لهُ نعل يلبسهُ.‘‘(۴)

یعنی ’’امام یحییٰؒ کے والد معینؒ ’’رای‘‘ شہر کا خراج وصول کرنے پر مقرر تھے، ان کا انتقال ہوا

تو انہوں نے اپنے فرزند امام یحییٰ ؒ کے لیے دس لاکھ پچاس ہزار دراہم ترکہ میں چھوڑے۔ امام یحییٰ بن معینؒ نے وہ تمام دراہم طلبِ حدیث پر خرچ کر دیے، یہاں تک کہ ان کے پاس ایک چپل بھی باقی نہ رہی جسے وہ پہنتے۔‘‘

پوری رات مجلسِ درس میں گزارنا

دنیا کی مجازی محبت کے بارے میں قصے سنے ہوں گے، لیکن علم کے عاشقین کی شان ہی نرالی ہے، علم سے محبت کی ایسی مثالیں رقم کی ہیں کہ مجازی محبت کے دعویداران کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے، چنانچہ عاشقینِ علم کی ایک جماعت ایسی بھی گزری ہے جو درس میں شریک ہونے اور علمی مجلس میں جگہ پانے کی غرض سے پوری رات درس گاہ میں بیٹھے رہتے، چنانچہ جعفر بن درستویہؒ اپنا قصہ بیان فرماتے ہیں:

’’كنا نأخذ المجلس في مجلس علي بن المديني وقت العصر اليوم لمجلس غد، فنقعد طول الليل مخافة أن لا نلحق من الغد موضعا نسمع فيه.‘‘(۵)

ترجمہ: ’’ہم امام علی بن مدینیؒ کی آنے والے دن کی مجلس میں شریک ہونے کے لیے ایک دن قبل بوقتِ عصر ہی بیٹھ جاتے تھے، پھر پوری رات بیٹھے رہتے، اس اندیشہ سے کہ کہیں درس سننے کے لیے کل مجلس میں جگہ نہ مل سکے۔‘‘

سبحان اللہ! صد آفرین ہو اُن نفوسِ مقدسہ اور بابرکت ہستیوں پر، درس سننے کی خاطر اتنی تکالیف برداشت کرتے اور آنکھوں میں بیداری کا سرمہ لگا کر درسگاہ میں شوق ورغبت سے بیٹھے رہتے، نہ اپنے کھانے پینے کی فکر، اور نہ راحت وآرام کا خیال۔

دوسری طرف آج کل کے طلباءِ کرام اور طلبِ علم کے نام لیوا حضرات بھی اپنے گریبان میں ذرا جھانک کر دیکھیں، اور اپنا محاسبہ کریں، کیا ہم بھی اس قدر ذوق وشوق سے اسباق میں شریک ہوتے ہیں، اور اتنی پابندی سے درسگاہ میں حاضر ہوتے ہیں؟

علم کے لیے گھر کے شہتیر فروخت کرنا

علم حاصل کرنے والے اور حقیقی طالب علم اپنی جسمانی آسائش کی طرف التفات نہیں کرتے، بلکہ ہمہ وقت حصولِ علم میں لگے رہتے ہیں، اور علم میں آگے بڑھنے کی کوشش وجستجو کرتے رہتے ہیں، اور رسمی طالبِ علمی کے زمانے میں اپنے آپ کو یکسو رکھتے ہیں، کسبِ معاش اور دنیا طلبی میں اپنا وقت صرف نہیں کرتے، اس کی ایک مثال مشہور محدث امام شعبہؒ ہیں، طالب علمی میں ضروریاتِ زندگی کی خاطر اپنی ذاتی اشیاء فروخت کردیں، کمرے کی چھت اُکھاڑ کر شہتیر بیچ کر گزر بسر کیا، لیکن دولت کمانے کی طرف متوجہ نہیں

ہوئے؛ تاکہ جمعیتِ خاطر کے ساتھ تحصیلِ علم میں مشغول رہ سکیں، جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ امام شعبہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''أقام شعبة علی عتيبة ثمانية عشر شهراً حتی باع جذوع بيته.''(۶)

ترجمہ: ''امام شعبہؒ (حصولِ علم کی خاطر) اٹھارہ مہینے حکم بن عتیبہ کے پاس ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ اپنے گھر کے شہتیر فروخت کیے۔''

لوگ اپنی دنیا سنوارنے، فانی زندگی کے عارضی گھر بنانے اور انہیں مختلف طریقوں سے سجانے کی فکر میں رہتے ہیں، لیکن حقیقی اہلِ علم اپنی علمی پیاس بجھانے، اور زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں، پھر چاہے اس کے لیے اُنہیں اپنا گھر توڑ کر اس کے اثاثہ جات فروخت کرنے پڑیں، ہمارے سامنے ایک دوسری مثال امام مالکؒ جیسی جلیل القدر ہستی کی ہے، جنہوں نے اپنے گھر کے چھت اُکھیڑ کر اس سے شہتیر وغیرہ نکال کر بیچے، چنانچہ امام مالکؒ کے بارے میں ابن قاسمؒ کہتے ہیں:

''أفضی بمالك طلب العلم إلی أن نقض سقف بيته فباع خشبهٗ.''(۷)

ترجمہ: ''امام مالکؒ کو طلبِ علم نے اس حال تک پہنچایا کہ انہوں نے اپنے گھر کی چھت توڑ کر اس کی لکڑی کو فروخت کیا۔''

علم کے لیے مسلسل دو دن بھوکا رہنا

بھوک کی اذیت اور فاقہ کشی کی تکلیف کیا ہوتی ہے؟ شکم سیر حضرات کے لیے اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بھوک کی چبھن اور درد کا بیان الفاظ سے ادا نہیں ہو سکتا، مگر داد دیجئے عاشقانِ علم کو کہ علم کی خاطر وہ بھوک کی کڑواہٹ کو بھی قند کی طرح پُرلذت سمجھتے ہیں، اور اپنے پیٹ کو اشیائے خورد و نوش سے بھرنے کے بجائے اپنے دل و دماغ کو علم سے پُر کرتے ہیں، اس کی ایک مثال جرح و تعدیل کے امام ابو حاتم رازیؒ ہیں، چنانچہ ان کا بیان ہے کہ وہ طلبِ علم کی خاطر بصرہ گئے، جب نفقہ ختم ہو گیا تو اپنے کپڑے فروخت کرنے لگے، یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ ان کے پاس کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا:

''ومضيت أطوف مع صديق لي إلی المشيخة وأسمع منهم إلی المساء، فانصرف رفيقي ورجعت إلی بيت خال، فجعلت أشرب الماء من الجوع، ثم أصبحت من الغد وغداً علي رفيقي، فجعلت أطوف معهٗ في سماع الحديث علی جوع شديد، فانصرف عني وانصرفت جائعاً، فلما كان الغد غدا عليّ، فقال: مر بنا علی المشايخ. فقلت: أنا ضعيف لا يمكنني. قال: ما ضعفك؟

قلت: لا أكتمك أمري، قد مضى يومان ما طعمت فيهما، فقال لي رفيقي: معي دينار فأنا أواسيك بنصفه، ونجعل النصف الآخر في الكراء، فخرجنا من البصرة وقبضت منه نصف دينار.‘‘(۸)

ترجمہ: ’’میں نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مشائخ کے پاس چکر لگائے، اور شام تک ان سے احادیث سنتا رہا، پھر میرا ساتھی لوٹ گیا اور میں خالی گھر کی طرف واپس آیا، بھوک کی وجہ سے پانی پینے لگا، پھر دوسرے دن صبح کو میرے پاس آیا، اور میں نے سخت بھوک کے باوجود اس کے ساتھ احادیث سننے کے لیے چکر لگائے، بعدازاں وہ لوٹ گیا اور میں بھی بھوکا لوٹا۔ جب اگلے دن وہ میرے پاس آکر کہنے لگا کہ چلو، مشائخ کے پاس جائیں، تو میں نے جواب دیا کہ میں کمزور ہوں، میرا جانا ممکن نہیں، تو اس نے پوچھا: کمزوری کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا: میں اپنا معاملہ تم سے نہیں چھپاؤں گا، دو دن گزر گئے ہیں اور میں نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ یہ سن کر میرے ساتھی نے کہا: میرے پاس ایک دینار ہے، آدھا درہم میں تم کو دوں گا، اور باقی آدھا ہم کرایہ میں دیں گے، تو ہم بصرہ سے نکلے، اور میں نے آدھا درہم اس سے لیا۔‘‘

علم کی خاطر روٹی کھانا ترک کردینا

عام طور پر انسان کی یہ چاہت ہوتی ہے کہ وہ کھانا سکون سے کھائے، اور روٹی وغیرہ لطف اندوز ہوکر تناول کرے، لیکن ہمارے اسلاف واکابر میں بعض ایسے علم دوست بھی گزرے ہیں جنہوں نے علمی مشغولیت کی وجہ سے باقاعدہ اہتمام کرکے کھانا کھانا چھوڑ دیا، بلکہ حسبِ موقع جو بھی کھانے کی چیز میسر ہوئی، وہ تناول کرلی، چاہے اُسے پکایا گیا ہو، یا نہ ہو۔ اس سلسلے میں علامہ ابوالوفاء علی بن عقیلؒ کی حالت انہی کی زبانی ملاحظہ ہو:

’’أنا أقصرُ بغاية جهدي أوقات أكلي، حتى أختار سف الكعك وتحسيه بالماء على الخبزة لأجل ما بينهما من تفاوت المضغ، توفّراً على مطالعة، أو تسطير فائدة.‘‘(۹)

ترجمہ: ’’میں انتہائی کوشش کرکے اپنے کھانے کے اوقات کم کرتا ہوں، حتیٰ کہ میں نے روٹی کھانا چھوڑ کر خشک روٹی پھانکنے اور پانی سے نگلنے کو اختیار کیا ہے، ان دونوں کے درمیان چبانے کے فرق کی وجہ سے، زیادہ مطالعہ کرنے یا کوئی مفید بات حاصل کرنے کی خاطر۔‘‘

ایک دوسرے عاشقِ علم مشہور محدث امام ابن ابی حاتمؒ کی حالت یہ تھی کہ طلبِ علم میں انہماک کی بنا پر اتنی فرصت بھی نہیں ملی کہ خریدی ہوئی مچھلی کو پکا کر تناول کرتے، یہاں تک کہ تین دن گزرنے کے بعد

اسی مچھلی کو کچا ہی تناول کرلیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''كنا بمصر سبعة أشهر لم نأكل فيها مرقة، نهارنا ندور على الشيوخ، و بالليل ننسخ ونقابل: فأتينا يوماً أنا ورفيق لي شيخاً، فقالوا: هو عليل، فرأيت سمكة أعجبتنا فاشتريناها، فلما صرنا إلى البيت حضر وقت مجلس بعض الشيوخ فمضينا، فلم تزل السمكة ثلاثة أيام وكاد أن ينضى، فأكلناه نيئًا لم نتفرغ نشو يه.''(۱۰)

ترجمہ: ''ہم سات ماہ مصر میں رہے، لیکن اس عرصہ میں شوربہ تناول نہیں کیا، دن کو ہم مشائخ کے پاس پڑھنے جاتے، اور رات کے وقت لکھتے اور (لکھے ہوئے کا) تقابل کرکے دیکھتے، ایک دن میں اور میرا ساتھی ایک شیخ کے پاس آئے تو لوگوں نے کہا کہ: وہ علیل ہیں، (واپسی آتے ہوئے) میں نے ایک مچھلی دیکھی جو ہمیں اچھی لگی تو وہ خرید لی، جب ہم گھر پہنچے تو دوسرے شیخ کی مجلس کا وقت ہوگیا تھا، تو ہم وہاں چلے گئے، پس مچھلی تین دنوں تک اسی طرح رہی، اور قریب تھا کہ خشک ہوکر اس کا گوشت ختم ہوجاتا، پس ہم نے اسے کچا ہی کھالیا، اسے پکانے کی فرصت نہیں ملی۔''

یا اللہ! یہ کیسی ہستیاں تھیں جنہوں نے علم کو ہی اوڑھنا بچھونا بنایا، اور تحصیلِ علم کے لیے اتنی بڑی قربانیاں دیں جنہیں پڑھ کر ہم جیسے طالبِ علم ہونے کے دعویدار شرم سے پانی پانی ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی خاص رحمت نازل فرمائے اور ان کی قبریں نور سے بھردے۔

مطالعہ کے ذریعہ نیند بھگانا

دورِ حاضر میں بہت سے حضرات سے یہ سنا ہے کہ جب بھی مطالعہ کے لیے کتاب کھول کر بیٹھتے ہیں تو نیند بھی پنجے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ جاتی ہے، چاہے مطالعہ شروع کرنے سے پہلے کتنے ہی چست اور چاق وچوبند ہوں، لیکن جیسے ہی کتاب ہاتھ میں اُٹھائی، اونگھ آنا شروع ہوگئی، لیکن ہمارے اکابر کا معاملہ اس کے برعکس تھا، جب اُنہیں نیند بھگانی ہوتی اور نشاط حاصل کرنے کا ارادہ ہوتا تو کتاب کا مطالعہ شروع کردیتے، تو نئی علمی باتوں کے اِدراک اور حصولِ علم کی خوشی سے نیند اُڑن چھو ہوجاتی اور تازہ دم ہوجاتے، چنانچہ محمد بن جہمؒ فرماتے ہیں:

''إذا غشيني النعاس في غير وقت النوم تناولت كتاباً فأجد اهتزازي للفوائد الأريحية التي تعتريني من سرور الإستنباه وعز التبين، أشد إيقاظاً من نهيق الحمار، وهدة الهدم، فإني إذا استحسنت كتاباً واستجدتهٗ ورجوت فائدتهٗ، لم

أوثر عليه عوضاً، ولم أبغ به بدلاً، فلا أزال أنظر فيه ساعة بعد ساعة، كم بقي من ورقة مخافة استنفاده.‘‘(۱۱)

ترجمہ: ’’جب مجھے بے وقت اُونگھ آتی تو میں کتاب اُٹھاتا ہوں تو میں ان راحت والے فوائد کی وجہ سے ہلچل محسوس کرتا ہوں جو اِدراک کی خوشی کی بنا پر حاصل ہوتے ہیں، اور یہ گدھے کے ہینگنے اور عمارت گرنے کی آواز سے بھی زیادہ بیداری کا باعث ہوتے ہیں۔ اور جب میں کسی کتاب کو اچھا محسوس کرتا ہوں اور اس کے فائدہ کی اُمید ہوتی ہے تو میں اس کے مقابلے میں کسی عوض کو ترجیح نہیں دیتا، اور نہ اس کے ذریعے کوئی عوض و قیمت لیتا ہوں، پھر وقتاً فوقتاً اس میں دیکھتا رہتا ہوں کہ کتنے صفحات باقی بچے ہیں؟ اس ڈر سے کہ کہیں ختم نہ ہوجائے۔‘‘

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علم جیسی قیمتی اور بے مثال نعمت کے حصول کے لیے شوق، محنت اور قربانی کا ہونا ضروری ہے، ہمارے اکابرین نے اپنے طرزِ عمل اور اقوال وارشادات کے ذریعے یہ بات واضح کردی ہے کہ طلبِ علم کے لیے یکسو ہوکر پوری دلجمعی اور علم کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہونے سے ہی علم کا حصول اور اس میں رُسوخ پیدا ہوگا۔

حواشی وحوالہ جات

۱- صحيح مسلم، (۱/ ٤٢٨)، كتاب المساجد، باب أوقات الصلاة، رقم الحديث: ٦١٢، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت

٢- سنن الدارمي، (٤٨٤/ ١)، باب مذاكرة العلم، رقم: ٦٣٨، الناشر: دار المغني للنشر- المملكة السعودية، ط: ١٤١٢هـ- ٢٠٠٠م

٣- وفيات الأعيان لابن خلكان، (١٥٨/ ٢)، ترجمة: ابن سينا، رقم الترجمة: ١٩٠، الناشر: دار صادر، بيروت

٤- الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي، (٣٠٩/ ١)، ترجمة يحيى بن معين، رقم: ٧٤٩، الناشر: مكتبة الرشد- الرياض، ط: ١٤٣٤هـ- ٢٠١٣م

٥- أدب الإملاء والاستملاء للسمعاني، (ص: ١١٢)، فصل في آداب الكاتب، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت

٦- العلل ومعرفة الرجال للإمام أحمد، (٣٤٢/ ٢)، رقم: ٢٥١٥، الناشر: دار الخاني- الرياض، ط: ١٤٢٢هـ

٧- الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب لليعمري، (٩٨/ ١)، ترجمة الإمام مالك، الناشر: دار التراث للطبع، القاهرة

٨- تاريخ بغداد للخطيب البغدادي، (٧٢/ ٢)، ترجمة: محمد بن إدريس الرازي، رقم: ٤٥٥، الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤٢٥هـ- ٢٠٠٤م

٩- ذيل طبقات الحنابلة لابن رجب الحنبلي، (٣٢٥/ ١)، وفيات المائة السادسة. الناشر: مكتبة العبيكان- الرياض، ط: ١٤٢٥هـ- ٢٠٠٥م

١٠- مقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، (٥/ ١)، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت

١١- محاسن الكتابة والكتب للجاحظ، (ص: ٢٠)، مكتبة الهلال- بيروت، ط: ١٤٢٣هـ

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....